OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 3 (July-September 2021)

احادیث متعارضہ کے اختلاف کو تطبیق کے ذریعے دور کرنے کا امام طحاوی کا اسلوب

Al-Ṭaḥāwī's Approach to Resolve Contradiction in *Ḥadīths* through Compatibility

Dr. Muhammad Waris Ali

Assistant Professor of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore

Abstract

Contradictory *Ḥadīth* is a term that is used in *Ḥadīth* sciences when two or more Ḥadīths seem to be opposite to one another. Abu Ja'far al-Ṭaḥāwī (d321/933) has tried to resolve the contradiction of *Ḥadīths* through nullification, preference and compatibility in his book Sharaḥ M'āni al-Athār. The question arises that how he resolved the contradiction of the Ḥadīths through compatibility. In this article, his method of conformity has been discussed with examples from his said book. He resolved the contradiction of Ḥadīths reported about right of pre-emption for neighbor by saying that these prophetic traditions explain one another. He also identified the meanings of *Ḥadīths* reported about fasting after mid of Sha'bān and resolved the difference with conformity. He also discussed the matter of breaking fast due to wet cupping *(Ḥijama)* and resolved the contradiction of the *Ḥadīths.*

Keywords: Ḥadīths, Contradiction, al-Ṭaḥāwī, Conformity, Sharaḥ M'āni al-Athār

تمہید

تطبیق کا لغوی معنی ایک چیز کو دوسری کے موافق و مطابق بنانا ہے۔ جس کا بالواسطہ مطلب یہ ہے کہ دو بظاہر متضاد چیزوں کے درمیان اس طریقے سے مطابقت پیدا کی جائے کہ دونوں کی شخصی حیثیت مجروح نہ ہو۔جب ہم نصوص میں جمع و تطبیق کی ترکیب اور اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بظاہر ایک دوسرے کی مخالف نظر آنے والی احادیث میں ہر ایک کا محل اس طرح متعین کیا جائے کہ ان کے اندر پایا جانے والا ظاہری اختلاف دور ہو جائے اور دونوں کا مرتبہ بھی مجروح نہ

CC BY

ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کتاب کی حقانیت کی دلیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا(1) اگر یہ قرآن اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کی طرف سے نازل شدہ ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا۔ جس کا مطلب یہ ہے اللہ کے کلام میں کسی بھی قسم کا تضاد نہیں پایا جاتا قرآن مجید نبی اکرم ﷺ کی ایک خاص شان کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے۔وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى(2) اور یہ (رسول) اپنی خواہش نفس سے کوئی کلام نہیں کرتا بلکہ صرف وحی (الہی) کے مطابق (کلام فرماتا) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن ادریس شافعی قرآن مجید کو وحی متلو اور فرمان رسالت مآب کو وحی غیر متلو کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔(3) جس کا بدیہی مطلب ہے کہ قرآن مجید کی طرح حدیث رسول میں بھی تضاد نہیں پایا جاسکتا ہے۔ یہاں یہ امر توجہ طلب ہے کہ تضاد کی دو قسمیں ہیں:ا۔ ظاہری الفاظ میں تضاد کا پایا جانا۔ مثلاً ایک جگہ ذکر کیا جائے کہ محمد علی جناح پاکستان کے پہلے گورنر جنرل تھے جبکہ دوسری جگہ یہ ذکر کیا جائے کہ وہ پاکستان کے پانچویں گورنر جنرل تھے۔۲۔ الفاظ کے مفاہیم و مدلولات میں تضاد پایا جانا۔ جیسے ایک جگہ یہ ذکر کیا جائے کہ قائد اعظم 1876ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور دوسری جگہ یہ ذکر کیا جائے کہ امریکہ 1706ء میں دریافت ہوا۔ مزید بر آں امریکہ کی دریافت کا سہرا قائد اعظم کے سر باندھ دیا جائے۔

مذکورہ بالا دونوں مثالیں عام الفاظ میں بیان کی گئی ہیں لیکن اس کا بنیادی مقصد درحقیقت اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ کتاب اللہ میں بعض ایسی آیات موجود ہیں جن کے ظاہری الفاظ تو ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں لیکن ان کے مدلولات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ(4) اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور وہ زندہ ہے اور خود موجود ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "الحی" استعمال کیا گیا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے بلکہ اسی آیت مبارکہ سے لفظ القیوم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ سے بذات خود موجود ہے اور اس کا وجود کسی اور کا مرہون منت نہیں ہے۔ نیز اللہ تعالی کی ذات سے کسی نے جنم نہیں لیا یا خارج نہیں ہوا۔ اب قرآن مجید، اللہ تعالی کے لئے ایک صفت الحی استعمال فرماتا ہے اور ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ(5) وہ الحی کو المیت سے نکالتا ہے اور المیت کو الحی سے نکالتا ہے۔ اب یہاں ایک ہی لفظ الحی ہے جس کی بدولت یہ دونوں نصوص اپنے مدلول کے اعتبار سے متضاد ہیں ان دونوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ اگر ان کے درمیان توفیق و تطبیق نہ دی جائے اور کوئی شخص نعوذ باللہ دونوں کے ظاہری مفہوم پر ایمان لے آئے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ ان کے درمیان تطبیق کا طریقہ یہ ہوگا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت کے طور پر لفظ الحی استعمال کیا جائے گا تو اس کا اصطلاحی مفہوم مراد ہوگا اور جب دیگر مخلوق کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جائے گا تو اس کا لغوی معنی مراد ہوگا۔ اسی طرح احادیث نبوی میں بھی ہمیں کہیں کہیں تضاد نظر آتا ہے جس کو دور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے جہاں نسخ اور ترجیح کے اصول استعمال کئے جاتے ہیں وہاں ان نصوص میں تطبیق پیدا کر کے بھی اختلاف کو دور کیا جاتا ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ تطبیق کے ذریعے متعارض احادیث کے تعارض کو دور کرنے میں بہت مہارت رکھتے تھے اس مقالہ میں انکی اسی مہارت کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ درج ذیل امثلہ سے امام طحاوی رحمہ اللہ کی یہ مہارت واضح ہوتی ہے جس سے ان کی شخصیت کی علمی گہرائی کے ساتھ ساتھ انکے انداز بیان کو بھی سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

ہمسائے کے لئے حق شفعہ

حق شفعہ کے بارے میں ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ شفعہ صرف زمین یا باغ وغیرہ میں شریک فرد کے لئے ہی ہوتا ہے ہمسایہ کے لئے ثابت نہیں ہے اس کی دلیل حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شِرْكٍ بِأَرْضٍ أَوْ رَبْعٍ أَوْ حَائِطٍ لَا يَصْلُحُ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يَعْرِضَ عَلَى شَرِيكِهِ فَيَأْخُذَ أَوْ يَدَعَ[6] شفعہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو زمین، رقبے یا باغ وغیرہ میں شریک ہو اس چیز کا بیچنا اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ اسے شریک کے لئے پیش نہ کیا جائے چاہے تو وہ خرید لے چاہے وہ چھوڑ دے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ شفعہ صرف زمین، رقبے یا باغ میں شریک کے لئے ہی درست ہے اور ہمسائے کے لئے نہیں جبکہ اس کے مخالف نقطہ نظر یہ ہے کہ ہمسائے کو بھی شفعہ کا حق حاصل ہوتا ہے اور اس کی دلیل بھی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَةِ جَارِهِ، فَإِنْ كَانَ غَائِبًا انْتَظَرَ إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا[7] ہمسایہ اپنے پڑوسی (کی چیز) کا زیادہ حقدار ہے پس اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کا انتظار کیا جائے گا جب ان دونوں کا راستہ ایک ہو۔ ان روایات میں باہم تضاد نظر آتا ہے جسے امام طحاوی رحمہ اللہ جمع و تطبیق کے ذریعے حل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فَلَا يُجْعَلُ وَاحِدٌ مِنْ هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ مُضَادًّا لِلْحَدِيثِ الْآخَرِ وَلَكِنْ يَثْبُتَانِ جَمِيعًا وَيُعْمَلُ بِهِمَا[8] تو ان دونوں احادیث کو ایک دوسرے کے متضاد نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ان سب کو ثابت رکھا جائے گا اور ان پر عمل کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام طحاوی ان متضاد روایات کو جمع کر کے اس اختلاف کو دور کرتے ہیں کہ جن روایات میں صرف شریک کے حق شفعہ کو بیان کیا گیا ہے ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمسائے کے لئے یہ حق نہیں بلکہ یہ شریک کے حق شفعہ کو بیان کرتی ہیں اور جن میں ہمسائے کے حق شفعہ کو بیان کیا گیا ہے ان میں شریک کے حق کی نفی نہیں ہوتی، گویا دونوں قسم کی روایات ایک دوسرے کی تبیین و توضیح کرتی ہیں جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حق شفعہ کے بارے میں دو روایات بیان کرتے ہیں جن میں اس چیز کا بیان ہے کہ شفعہ اس چیز میں کیا جا سکتا ہے جو قابل تقسیم نہ ہو اگر وہ قابل تقسیم ہے تو اس میں شفعہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر بطور دلیل ابو سلمہ بن عبد الرحمان کی روایت کو پیش کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الشُّفْعَةُ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ[9] جن چیزوں کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا ہے ان میں شفعہ ہو سکتا ہے پس جب حدود واقع ہو جائیں تو ان میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد ایک اور روایت اسی معنی میں بیان کر کے اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں اور پھر اس کے خلاف موقف پر مشتمل احادیث روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو رافع سے مروی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ[10] "پڑوسی اپنی قرابت کی وجہ سے زیادہ حق دار ہوتا ہے۔" اس روایت کے ساتھ مزید یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت ابو رافع کا ایک کمرہ کسی آدمی کے گھر کے اندر تھا تو ان کو چار سو پیش کئے گئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے اس کے آٹھ سو ملتے ہیں لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ ہمسایہ اپنی قرابت کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمسائے کا بھی شفعہ کا حق ہوتا ہے جسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ پھر امام شافعی اس پر مفصل بحث کرتے ہوئے دلائل دیتے ہیں کہ صرف ایسی چیز پر ہی شفعہ ہو سکتا ہے جس کو تقسیم نہ کیا جا سکتا ہو اور اگر حد بندی ہو سکتی ہے تو پھر اس میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔ گویا امام شافعی رحمہ اللہ اس مسئلہ

میں اختلافی روایات کو ترجیح کے اصول سے حل کرتے ہیں جبکہ امام طحاوی اس حوالے سے جمع وتوفیق کے ذریعے اختلاف کو دور کرتے ہیں۔

یوم عرفہ کا روزہ رکھنا

کچھ روایات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ یوم عرفہ عید کے دنوں کی طرح ہے کہ جن میں روزہ نہیں رکھا جاتا لیکن بعض روایات میں اس (یوم عرفہ) میں روزہ رکھنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ جن روایات میں اسے عید کے دنوں میں شمار کیا گیا ہے ان میں سے ایک روایت حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا إِنَّ أَيَّامَ الْأَضْحَى وَأَيَّامَ التَّشْرِيقِ، وَيَوْمَ عَرَفَةَ، يَوْمُ عِيدِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ، أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ[11] قربانی اور تشریق کے ایام اور عرفہ کا دن ہمارے اہل اسلام کے لئے عید (یعنی) کھانے پینے کا دن ہے۔ جبکہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ فِي صِيَامِ يَوْمِ عَرَفَةَ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ[12] "میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ اس دن روزہ رکھنے سے وہ ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔ پہلی روایت جو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں نبی اکرم ﷺ نے عرفہ کے دن کو ان ایام میں شامل کیا ہے جو مسلمانوں کے لئے عید کی حیثیت رکھتے ہیں اور عید کے بقیہ ایام کی طرح اس دن بھی کھانے پینے کی ترغیب دلائی ہے جبکہ دوسری روایت جو حضرت ابو قتادہ انصاری سے منقول ہے اس میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اس لیے بظاہر ان دونوں روایات کا حکم متضاد ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ جب ہم پہلی روایت میں غور کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس میں عرفہ کے علاوہ جن ایام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں نماز (عید) اور قربانی کے ذریعے عبادت ادا کی جاتی ہے اسی طرح ان ایام میں پڑھی جانے والی فرض نماز کے بعد تکبیرات تشریق کہی جاتی ہیں لہذا یہ ایام اہل ایمان کے لئے عید کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے جبکہ یوم عرفہ ایک ایسا دن ہے جس میں مخصوص طریقے کے ساتھ عبادات ادا کی جاتی ہیں جو اور ایام میں ادا نہیں کی جا سکتی اور وہ حج کے دنوں میں میدان عرفات میں وقوف ہے اور یہ عبادت صرف میدان عرفات کے ساتھ مخصوص ہے دنیا میں اور کہیں بھی ادا نہیں کی جا سکتی حضرت عقبہ بن عامر سے مروی روایت میں عرفہ کے علاوہ جن دیگر ایام کو ایام عید قرار دیا گیا ہے وہ دنیا کے تمام ممالک اور شہروں میں عید کی حیثیت رکھتے ہیں اس کے برعکس عرفہ کا دن صرف ان لوگوں کیلئے عید کی حیثیت رکھتا ہے جو اس دن میدان عرفات میں موجود ہوں لہذا جس حدیث میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو میدان عرفات میں موجود ہوں جبکہ اسکے برعکس باقی تمام دنیا میں جو آدمی اس دن روزہ رکھتا ہے مستحب ہے۔ اس بات کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے جو مشہور تابعی عکرمہؒ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں كُنَّا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي بَيْتِهِ فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ[13] "ایک دن ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کے ہاں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمیں یہ حدیث بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ نے میدان عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے"

اعتراض اور اس کا جواب

یہاں ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص عرفہ کے دن میدان عرفات میں اپنے ذمے واجب الادا روزہ رکھ لے تو یہ روزہ جائز ہوگا۔ اسکے برعکس اگر کوئی شخص عید الاضحی کے باقی ایام میں اپنے ذمے واجب الادا روزہ رکھے گا تو یہ روزہ جائز نہیں ہوگا جبکہ ان چاروں ایام کا ذکر ایک ہی روایت میں موجود ہے تو انکے احکام آپس میں مختلف کیوں ہیں؟ امام ابو جعفر طحاوی اللہ تعالیٰ کی مدد اس کی توفیق کی بدولت اس بات کا جواب یوں دیتے ہیں کہ بعض اوقات چند باتیں ایک جملہ میں ذکر کر دی جاتی ہیں لیکن ان کا حکم ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا {فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ}[14] (حج کرنے والے کے لئے) حج میں (عورتوں سے) جماع کرنا، گناہوں کا ارتکاب کرنا اور جھگڑنا (جائز) نہیں ہے" اس آیت میں اللہ تعالی نے ایک ہی مقام پر تین مختلف امور کے ارتکاب سے منع فرمایا ہے لیکن ان کا حکم مختلف ہے کیونکہ یہاں رفث سے مراد جماع ہے جس کی بدولت حج فاسد ہو جاتا ہے۔ جبکہ فسوق اور جدال کے ذریعے حج فاسد نہیں ہوتا۔ لہذا ثابت یہ ہوا کہ ایک ہی حکم کے تحت مذکور امور کا حکم مختلف ہو سکتا ہے[15]

مذکورہ بالا بحث کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ امام ابو جعفر طحاوی بظاہر دو متضاد روایات پر اس طرح بحث کرتے ہیں کہ ان میں سے ایک روایت کے بظاہر مطلق حکم کو عقلی اور نقلی دلائل وشواہد کی بنیاد پر مقید ثابت کر دیتے ہیں اور ان دونوں میں اس طرح جمع و توفیق پیدا کرتے ہیں کہ ان کا اختلاف دور ہو جاتا ہے۔

نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا مکروہ نہیں

کچھ اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا مکروہ ہے اور دلیل کے طور پر نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پیش کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لَا صَوْمَ بَعْدَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ حَتَّى رَمَضَانَ[16] حضرت ابو ھریرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نصف شعبان سے رمضان تک روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ امام ابو جعفر طحاوی اس حدیث کے مفہوم کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اگر اس سے مطلقا یہ مراد لیا جائے کہ ان ایام میں روزہ رکھنا درست نہیں تو یہ بات دیگر صحیح احادیث اور عمل نبوی ﷺ کے خلاف ہے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں۔ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ[17] میں نے رسول اکرم ﷺ کو شعبان اور رمضان کے علاوہ دو مہینے مسلسل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ اسی طرح جب حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول مکرم ﷺ سے شعبان کے روزے کثرت سے رکھنے کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ هُوَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ، بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ يُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ[18] وہ ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں یہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں اعمال بارگاہ خداوندی میں اٹھائے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں اٹھائے جائیں ان قولی اور فعلی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ شعبان میں روزے رکھا کرتے تھے اور مہینہ کے اکثر دن تب ہونگے جب نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھے جائیں۔ اس لئے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ أَنَّ النَّهْيَ الَّذِي كَانَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِي أَوَّلِ هَذَا الْبَابِ لَمْ يَكُنْ إِلَّا عَلَى الْإِشْفَاقِ مِنْهُ عَلَى صُوَّامِ رَمَضَانَ لَا لِمَعْنًى غَيْرِ ذَلِكَ[19] کہ جس نہی کا ذکر ابو ھریرہ کی روایت میں ہے جس کا ذکر

اس باب کے آغاز میں ہوا اس کا مقصد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے رمضان المبارک کا روزہ رکھنے والوں پر (کمزوری کا) ڈر محسوس کیا کسی اور وجہ سے ایسا نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ بعض اوقات احادیث پر اس حیثیت سے بھی بحث کرتے ہیں کہ اس نص سے جو مفہوم لیا گیا ہے وہ درست نہیں کیونکہ وہ دیگر احادیث کے خلاف ہے لہذا اس کا وہ مفہوم لیا جائے جس سے دیگر صحیح احادیث کا رد لازم نہ آئے یعنی مفہوم کی تعیین کے حوالے سے بھی آپ بحث کرتے ہیں اور اس طرح دو متضاد روایات کے درمیان تضاد کو ختم کرتے ہیں کہ دونوں روایات پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔

عید کے مہینوں کے دن

امام طحاوی رحمہ اللہ عیدین والے مہینوں سے متعلقہ خاص حدیث پاک اور سب مہینوں کے بارے روایات میں موجود تضاد کو تاویل کے ذریعے ختم کرتے ہیں مثلاً حضرت عبد الرحمن بن ابو بکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا شَهْرَا عِيدٍ، لَا يَنْقُصَانِ، رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ [20] عید کے دو مہینے یعنی رمضان المبارک اور ذوالحج کم نہیں ہوتے۔ اس حدیث کے مفہوم بیان کرنے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں بعض اہل علم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک ہی سال میں یہ دونوں مہینے اکٹھے کم ہوں البتہ ان میں سے کوئی ایک کم ہو سکتا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات عام مشاہدے کے خلاف ہے کیونکہ یہ اتفاق پیش آجاتا ہے کہ ایک ہی سال میں یہ دونوں مہینے 29,29 دن کے ہوں۔

مذکورہ بالا تاویل اس روایت کی بھی مخالف ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر مہینے میں کمی بیشی ہو سکتی ہے یعنی وہ 29 دن کا بھی ہو سکتا ہے اور 30 دن کا بھی ہو سکتا ہے۔ [21] اب سوال یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے فرامین میں کوئی خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت بات ممکن نہیں ہے۔ پھر حضرت عبد الرحمن بن ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت کی تاویل کیا ہو گی؟ امام طحاوی فرماتے ہیں یہاں کمی سے مراد گنتی میں کمی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو خصوصیت ان دونوں مہینوں کو حاصل ہے وہ دوسرے مہینوں کو حاصل نہیں ہے۔ یہ 29 دن کے ہوں اور دوسرا مہینہ 30 دن کا ہو یہ پھر بھی فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک مہینہ روزوں کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرا حج کا مہینہ ہے۔ [22] اس باب میں امام ابو جعفر طحاوی نبی اکرم ﷺ سے منقول فرمان کا اس حیثیت سے جائزہ لیتے ہیں کہ اس حکم سے ظاہر ہونے والا معنی دیگر احادیث اور عام مشاہدے دونوں کے خلاف ہے لہذا اس کے معنی میں تاویل کرنا لازم ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کے نزدیک جو روایت عام مشاہدے اور تجربے کی مخالف ہو اس کی ایسی تاویل کی جائے جس سے اس کو قبول کیا جا سکے اس باب میں امام طحاوی رحمہ اللہ ان متضاد روایات میں اس طرح جمع و توفیق پیدا کرتے ہیں کہ ان کا تضاد ختم ہو جاتا ہے۔

حالت صوم میں حجامہ کرانا

اس حوالے سے اختلاف ہے کہ اگر روزے کی حالت میں حجامہ کرایا جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں اس اختلاف کا سبب اس حوالے سے مروی مختلف روایات ہیں جن میں سے بعض سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پچھنے لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ أَفْطَرَ الحَاجِمُ والمحْجُوم [23] "پچھنے لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔" اس حدیث پاک سے استدلال کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ پچھنے لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ [24] اس کے مقابلے میں بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے حالت

صوم میں حجامہ کروایا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے فرامین بھی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حجامہ کروانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:ثَلاَثٌ لاَ يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ الحِجَامَةُ، وَالقَيْءُ، وَالاِحْتِلاَمُ "(25) تین چیزیں روزے دار کا روزہ نہیں توڑتی ہیں، حجامہ کروانا، قے اور احتلام۔" اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فِيمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالمدِينَةِ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ. (26) بے شک نبی پاک ﷺ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان روزے اور احرام کی حالت میں حجامہ کروایا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ حجامہ کروانے سے روزہ ٹوٹنے والی روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ حجامہ کروانا حاجم اور محجوم دونوں کے روزے کو توڑ دیتا ہے جب کہ دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ حجامہ کروانے سے حاجم اور محجوم کسی کا بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث "أفْطَرَ الحَاجِمُ والمحْجُوم" کا جو معنی پہلے گروہ نے مراد لیا کہ حجامہ کروانے سے حاجم اور محجوم کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے یہ اس معنی میں نہیں ہے کہ حجامہ کروانے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ گیا ہے بلکہ ان کے روزہ ٹوٹنے کا باعث کچھ اور تھا۔ لیکن وہ اس وقت پچھنے لگوانے میں مصروف تھے اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی کہے فسق القائم تو اس کا معنی یہ نہیں کہ کھڑا ہونا اس کا فسق ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو اس وقت کھڑا ہے اس نے فسق کیا ہے۔ اس معنی کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ ابو الاشعث صنعانی رحمہ اللہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "أفْطَرَ الحَاجِمُ والمحْجُوم لِأَنَّهُمَا كَانَا يَغْتَابَانِ" (27) حاجم اور محجوم نے روزہ توڑ لیا کیونکہ وہ دونوں غیبت کر رہے تھے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ افطار کھانے پینے اور صحبت سے ہونے والا افطار نہیں ہے بلکہ ان کے غیبت کرنے کی وجہ سے اجر میں کمی کا ہونا ہے۔ یہ ایسا افطار نہیں جس پر قضاء کرنا واجب ہو۔ اس کے بعد امام طحاوی رحمہ اللہ ایسے آثار ذکر کرتے ہیں جن میں حاجم اور محجوم کے روزہ کے ٹوٹنے کا سبب ضعف، مشقت اور بے ہوشی ہے جس کے نتیجے میں روزہ توڑ کر کھانا پینا پڑے۔ مثلاً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔إِنَّمَا كَرِهْنَا أَوْ كُرِهَتِ الْحِجَامَةُ لِلصَّائِمِ مِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ(28) ہم نے (حجامۃ) کو مکروہ جانا یا حجامہ کو روزے دار کے لئے ضعف کی وجہ سے مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ پھر ایسی روایات ذکر کی ہیں کہ جن میں نبی مکرم ﷺ نے حالت صوم میں حجامہ کروایا اور آثار ذکر کئے ہیں جن میں صحابہ نے بیان کیا کہ حجامہ کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ ان روایات میں موجود اختلاف کو معانی کی تعیین کے ذریعے جمع روایات کرتے ہوئے دور کرتے ہیں اور نسخ کا قول نہیں کرتے۔

خلاصہ بحث

بظاہر ایک دوسرے کی مخالف احادیث کے ذریعے بعض اہل علم نہ صرف ذخیرہ حدیث پر معترض ہیں بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور احادیث کو ناقابل حجت قرار دیتے ہیں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعارض احادیث کو جمع کر کے اس طرح تعارض کو دور کیا ہے کہ ان سب پر عمل کرنا ممکن بن جائے۔ مثلاً امام طحاوی رحمہ اللہ نے حق شفعہ کے حوالے سے موجود روایات کو اس طرح جمع کیا ہے کہ ان میں سے ہر حدیث دوسری حدیث کی وضاحت کرنے والی ہے، ایک دوسرے کی مخالف نہیں ہیں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات روایات میں تطبیق دینے کے بعد اس کی مزید تائید کے لئے روایات

بھی بطور دلیل ذکر کرتے ہیں اور بعض مقامات پر خود ہی کوئی سوال کرتے ہیں اور اس کا جواب قرآن کی آیات مبارکہ کے ذریعے دیتے ہیں جیسا کہ یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے انہوں یہ اسلوب اختیار کیا ہے۔روزے کی حالت میں حجامہ کرانے سے روزے کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے پر بحث کرتے ہوئے امام طحاوی رحمہ اللہ احادیث کو اس طرح تطبیق دیتے ہیں کہ ان کے مفہوم کو سمجھنے کی ضرورت ہے پھر اس مفہوم کی تائید میں مزید روایات بیان کرتے ہیں جس سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ صحیح معنی کا تعین احادیث کے اختلاف کو ختم کرنے کے لئے بہت اہم ہے امام طحاوی رحمہ اللہ نے 15 شعبان کے بعد روزے نہ رکھنے والی روایات کا معنی و مفہوم اس طرح بیان کیا ہے کہ اس سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے جبکہ اس کے مختلف معنی مراد لینے سے بہت سی دیگر صحیح احادیث کا رد لازم آتا ہے۔

References

[1]Al-Nisā 4:82
[2]Al-Najam 3:3.4
[3]Al-Shāfiʿī, Muḥammad bin Idreeṣ, *Kitab-al-Risāla* (Egypt, Maktab al Ma'arif, 1985) P. 62
[4]Al-Baqrah 2:255
[5]Al-Rome 30:19
[6] Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-Shufa'h, bāb- al-Shufa'h bil jawār, (Karachi, Ḥ. M. Saeed Company, 1987) I : 156
[7] Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-Shufa'h, bāb-al-Shufa'h bil jawār
[8] Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-Shufa'h, bāb-al-Shufa'h bil jawār
[9] Al-Shāfiʿī, Muhammad bin Idrees, *Ikhtilāf al-Hadīth,* 11, Bāb al-Shufa'h,159
[10]Al-Shāfiʿī, Muhammad bin Idrees, *Ikhtilāf al-Hadīth,* 11, Bāb al-Shufa'h,159d
[11] Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb ṣoum-e-youm-e-arafah. I:390
[12] Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb ṣoum-e-youm-e-arafah. I:390
[13] Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb ṣoum-e-youm-e-arafah. I:390
[14] Al-Baqrah 2:197
[15] Al-Ṭaḥāwī, *Sharaḥ Mushkil-al-Athār*, bāb Mushkil mā rowiya un Rasool Allah fi ṣoum-e-youm-e-arafah.
[16] Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb ṣoum bad al-niṣf min shaban, I : 396
[17] Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb ṣoum bad al-niṣf min shaban,, I : 397
[18] Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb ṣoum bad al-niṣf min shaban,, I : 397
[19] Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb ṣoum bad al-niṣf min shaban, I: 398
[20]Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb shahrā Eid lā yanqoṣān Ramadhān a Zul ḥajjah, I : 381
[21] Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb shahrā Eid lā yanqoṣān Ramadhān a Zul ḥajjah, I : 382
[22]Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb shahrā Eid lā yanqoṣān Ramadhān a Zul ḥajjah, I : 382
[23]Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb ṣāeym yaḥtajimo, I : 348
[24] Al-Khitābī, Aḥmad bin Muḥammad, M'alim al-sunan, kitāb-al-ṣiyām, bāb al-ṣāyim yaḥtajim, I : 511
[25]Al-Tirmadhī, Mohammad Ibn 'Isā *Jām al-'Tirmdhī* , Abwāb -al-ṣiyām, bab ma ja fi ṣāyim yazrahu alqaye,(Beirūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, 1418), I : 153
[26]Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb ṣāeym yaḥtajimo, I : 348
[27]Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb ṣāeym yaḥtajimo, I : 348
[28]Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-ṣiyām, bāb ṣāeym yaḥtajimo, I : 348